© rasailojaraid.com

سوانح علمائے اہل حدیث

محی السنّۃ مولانا حافظ ابوعبداللہ عبدالصمد نوّر اللہ مرقدہ

محمود احمد مفکر

اگرچہ اس سرائے فانی میں اصول وقانونِ الٰہی ﴿کل من علیھا فان﴾ کے تحت ہر ذی روح کے لئے موت، مقدر کا نوشتہ ہے۔ کسی حکیم ودانا کی حکمت ودانائی اسے موت سے نہ بچاسکی۔ مگر کچھ ایسی منفرد ومقدس ہستیاں بھی گزری ہیں، جنہوں نے اپنے علم وفضل، تقویٰ وتدین، صداقت شعاری اور قابل رشک سیرت وکردار کے طفیل صفحۂ دہر پر ایسے نقوش ثبت کئے ہیں، جو ان کو جاوداں رکھنے کے لئے کافی ہیں۔ انہی نفوس قدسیہ میں مولانا حافظ ابوعبداللہ عبدالصمد رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔

نام ونسب اور خاندان: ابوعبداللہ کنیت، عبدالصمد نام، حافظ القرآن والحدیث اور محی السنۃ القاب ہیں۔ سلسلہ نسب یوں ہے: حافظ عبدالصمد بن مولانا قاضی سودے علی بن ملاّ محمد قاسم بن ملاّ علی۔ آپؒ موضع بلغار کے آسودہ حال خاندان کے چشم وچراغ تھے، جو دنیوی وجاہت وثروت کے علاوہ علمی حیثیت سے بھی ممتاز ہے۔ جس میں پشت درپشت ربانی وحقانی علماء ومصلحین گزرے ہیں، جن کی تقریری وتحریری خدمات کی اثر پذیری سے علاقے کا ہر پڑھا لکھا شخص واقف ہے۔ آپؒ کے والد بزرگوار پیکر زہد وتقویٰ، مستند عالم اور سحر انگیز خوش نویس تھے اور علومِ شرعیہ ومعقولات میں اپنے برادر بزرگ ملک الشعراء اخوند سلطان علیؒ کے لائق ترین شاگرد تھے۔ الحاج خلیل الرحمٰنؒ کی روایت کے مطابق کسی زمانے میں ان کو والیٔ خپلو راجہ حاتم علی خان کے دربار میں قاضی القضاۃ کا منصب حاصل تھا۔ اس کے علاوہ حافظ موصوفؒ کے تایازاد بھائی مولانا غلام محمد علیہ الرحمۃ بھی ایک جید الاستعداد عالم تھے، جو تقسیمِ برصغیر سے چند سال قبل بمرض طاعون شملے میں فوت ہوئے۔ بقول مظہر:

نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشان اپنا

ولادت وابتدائی تعلیم وتربیت: حافظ موصوفؒ کی ولادت باسعادت 1878ء میں بلتستان کے موضع بلغار میں ہوئی۔ اس وقت آپ کے عم نامدار، علم وادب کے تاجدار ملک الشعراء سلطان علیؒ زندہ تھے، انہوں نے آپ کی ولادت پر بڑی مسرّت وانبساط کا اظہار کیا اور عقیقہ کے بعد عبدالصمد نام رکھا۔ ابھی آپ نے اپنی عمر کی آٹھویں منزل میں قدم رکھا ہی تھا کہ ناگہاں شفیق ومحبوب تایا موضع چھور کاہ شگر میں راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔ یہ سانحہ آپ کے خاندان کے لئے سنگینی، اثر پذیری اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مظلومیت کے اعتبار سے ہنگامہ محشر سے کم نہ تھا۔

مولاناؒ نے ابتدائی علوم اور قواعدِ صرف ونحو اپنے گاؤں سے دریا پار موضع براہ میں حاصل کی، جہاں دار العلوم دیوبند کے فاضل مولانا محمد حسین علیہ الرحمۃ فیض رسانی میں مشغول تھے۔ آپؒ نے ان سے فقہ وتفسیر کے اصول ومبادی، صرف ونحو اور دیگر علوم حاصل کیے۔ اگر انسان ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ محنتی اور جفاکش بھی ہو تو اس کے لئے حصول علم کی راہیں سہل ہو جاتی ہیں۔ چونکہ ہمارے ممدوح کو اللہ نے قابل قدر جواہر سے نوازا تھا، وہ محنتی، بلا کے ذہین اور قوی الحافظہ انسان تھے۔ اس لئے حصول علم کے تمام مراحل خود بخود آپ کے لیے آسان ہوتے گئے۔ حافظ صاحبؒ بڑے مہذب اور شیرین گفتار بھی تھے۔ اور {تواضعوا لمن تعلّمون منه} کے بموجب اپنے استاذ و مربی کی خوب عزت کرتے اور ان کے ساتھ تواضع سے پیش آتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپؒ اپنے جوہر شناس استاد کی تحسین وستائش کے سزاوار بنے رہے، اور آپ کی مقبولیت ومحبوبیت میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ جب موصوف سفرِ حجاز مقدس کا ارادہ کر کے پنجاب جانے لگے، تو آپؒ سے فرمایا کہ آپ بھی ساتھ چلیں، وہاں کسی مستند مدرسے میں داخل کرادوں گا۔ اس پر آپؒ نے تو آمادگی ظاہر فرمائی، مگر آپ کے برادر بزرگ مولوی عبدالعادل مرحوم نہ مانے اور انہوں نے آپ کو ارادۂ سفر سے باز رکھا۔ کیونکہ ان کو ایک ماہ کے لئے بھی آپ کی جدائی گوارا نہ تھی۔

شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں: اسی زمانے میں مولانا موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ پھاٹک حبش خان دہلی سے فارغ ہو کر وطن مالوف تشریف لائے، خصوصی تعلق کی بنا پر ان کی آمد سے آپ کو بے حد خوشی ہوئی۔ چنانچہ ان سے حصول فیض کے لئے غواڑی تشریف لے گئے، اور ان کے مدرسہ ''دار الحدیث''میں چند سال قیام کر کے جملہ کتب حدیث یعنی صحاح ستہ بشمول مؤطا امام مالک بن انس علیہ سحائب رحمۃ اللہ الباری، تفسیر جلالین اور دیگر فنون کی کتابیں پڑھ کر سندِ فضیلت حاصل کی۔ اس اعتبار سے آپ مولانا محمد موسیٰ علیہ الرحمۃ کے سب سے قدیم اور باعث صد افتخار شاگرد تھے۔ آپؒ کے بعد بھی ان کو کئی ہونہار شاگرد میسر ہوئے، مگر جو تعلق آپ کے ساتھ تھا، وہ اوروں کے ساتھ نہ تھا، شیخ الحدیث مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول وہ آخری سانس تک آپؒ سے نازاں رہے۔ فرماتے تھے: ''اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے شروع میں مجھے حافظ عبد الصمد جیسا لائق وفائق شاگرد عطا فرمایا، جس نے اپنے چراغ علم کی ضیا پاشیوں سے ایک عالم کو منور کیا اور ملت اسلامیہ کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوا، اللہ ہر استاد کو ایسے ذہین وذکی شاگرد نصیب فرمائے۔'' مولانا محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے حافظ موصوف کا ایک اور روحانی رشتہ بھی تھا، وہ یہ کہ موصوف دہلی جانے سے قبل آپ کے والد بزگوار مولانا قاضی سودے علی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس وافادہ میں شامل تھے۔

درس وتدریس: غواڑی سے واپسی کے بعد میر مہدی ابن میر خانہ علوم آپ کو کیریس لے گئے، آپ ان کے مکان پر ایک عرصہ تک درس دیتے رہے۔ سادات واخوند حضرات کی ایک بڑی تعداد نے آپ سے کسب فیض کیا۔ پھر ۱۳۲۸ھ میں بلغار تشریف لاکر اپنا خاندانی مدرسہ "منار الھدیٰ" کے نام سے قائم فرمایا، جس کا چرچا آپ کی علمی قابلیت اور سخاوت وفیاضی کی برکت سے مشک وعنبر کی بوئے دلآویز کی طرح مختصر ومحدود مدت میں شگر سے چھوربٹ، دراس اور کرگل تک پھیل گیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے شائقین اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لئے بلتستان بھر سے جمع ہو گئے۔ جن کے قیام وطعام کا انتظام آپ کے عزیزوں اور مقامی مخیر حضرات کے ذمہ تھا۔ خود آں جناب کا مکان بھی طلباء کا کاروان سرا بنا ہوا تھا۔ جو کچھ اپنے پاس ہوتا، وہ طلباء پر صرف فرماتے تھے۔ مال ودولت جمع کرنے کی بالکل عادت نہ تھی، پھر وہ زمانہ بھی آیا کہ آپ کی بصارت زائل ہوئی، مگر تدریسی سرگرمیوں میں فرق نہ آنے دیا۔ بقول مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ جو کچھ طالب علمی کے زمانے میں پڑھا تھا، وہ آپ کے نہاں خانہ دماغ میں محفوظ اور مستحضر تھا۔ اگر کسی طالب علم کو مقام سبق یاد نہ رہتا تو آپ فوراً بتا دیتے تھے۔ سچی بات یہ ہے کہ علم حدیث میں آپ کے انہماک واستحضار کو دیکھ کر اکابر محدثین، شیخ الحدیث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ اس زمانے میں آپ کے مدرسے کا گوشہ گوشہ قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پرور صداؤں سے معمور تھا۔

خوشا مسجد وخوشتر درسگاہے | کہ دروے بود قیل وقال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حافظ علیہ الرحمۃ کے شاگردوں کی فہرست بہت لمبی ہے، تاہم چند ہونہار شاگردوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:
مولانا محمد قاسم خطیب مراد باغ علاقہ دراس، اخوند محمد حسین چکتن لداخ، مولانا محمد علی ومولانا عبدالکریم کوروی، مولانا عبدالکریم سکساوی، مولانا محمد حسن مرمیونگ، مولانا عبدالملک بلغاری، مولانا خلیل الرحمان، مولانا محمد علی پسر ادیب وشاعر نامدار، قربان علی طورتک، سید اکبر ومولانا محمد علی گلاب پور شگر، مولانا نور عین صاحب چھورکاہ شگر، مولوی غلام قادر ومولوی علی مولانا قاری محمد کوروی، ان حضرات گرامی کے علاوہ آپ کے فرزندان مولوی عبداللہ، مولانا بشیر الدین کاشفی، مولوی ثناء اللہ، مولانا محمد فاروق، استاذ کبیر مولانا ندوی، مولانا احمد حسن خواہرزادہ مولانا عبدالملک، مولانا عبداللہ غازی اور ریٹائرڈ صوبیدار میجر مولانا علی کونیسی کی ابتدائی تعلیم وتربیت بھی آپ کے زیر سایہ ہوئی۔ حافظ صاحب کا مدرسہ انکے بعد آپ کے خلف الرشید مولانا کاشفی کی نگرانی میں تعلیمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدمات انجام دیتا رہا۔ اور حافظ صاحب کی ادائیں انہی کے ساتھ رخصت ہوگئیں۔ بقول شاعر حقیقت آشنا:

وہ بات کوہکن کی گئی کوہکن کے ساتھ

تبلیغی سرگرمیاں: دعوت وتبلیغ کے میدان میں بلتستان بھر میں انہیں امتیازی شان حاصل تھی۔ بلتستان کی کوئی بھی بستی ایسی نہیں، جہاں آپ نے دورہ کر کے قرآن وحدیث کی دعوت نہ پہنچائی ہو، بالخصوص بلغار اور اسکے مضافات میں مسلک عمل بالحدیث کے میر کاروان آپ ہی تھے۔ مولانا حافظ صاحب بیک وقت متبحر عالم، بہترین معلم، حاضر دماغ مناظر اور شیریں بیان مبلغ تھے۔ جب محلّہ گوند میں آپ کے دست راست مولانا عبد الملک علیہ الرحمہ کی زیر نگرانی اولین جامع مسجد اہل حدیث تیار ہوئی، تو آپ ہی اسکے میر واعظ مقرر ہوئے، آخر میں اپنی علالت کے پیش نظر مولانا عبد الملک علیہ الرحمۃ کو آپ نے اپنی جگہ خطیب مقرر فرمایا جو آپ کے تایازاد بھائی عزیز شاگرد تھے۔ مدرسۃ منار الھدیٰ اور جماعت اہل حدیث کے لئے ان کی خدمات گرانمایہ ناقابل فراموش ہیں۔ مولانا حافظ عبد الصمد اور انکے دست راست کو تبلیغی مشن کی خاطر مصائب ومشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا، مگر ان سے آپ اور آپ کے وفا شعار رفقاء کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور آیت قرآنی ﴿ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ﴾ کے بموجب حکمت وموعظہ حسنہ کے ذریعہ ہر ایک کو اپنے رب کے دین کی طرف بلاتے رہے، جس کے نتیجے میں لوگوں کی زندگیوں میں بڑا انقلاب آیا اور لوگ جوق در جوق کاروان عمل بالحدیث شامل ہوتے گئے۔ اسی طرح چھوربٹ، شگر اور دراس، کرگل میں آپ کے شاگردوں کے ذریعے بڑا فیض پہنچا۔ اللہ جل شانہ کے حضور التجا ہے کہ وہ حافظ صاحب اور ان کے شاگردوں کی مساعی حسنہ کو قبول ومنظور فرمائے آمین۔

ایک قاضی کی حیثیت سے: حافظ صاحب ایک موروثی قاضی تھے، آپ کے تایا اور والد بزرگوار نے بھی یہ خدمت انجام دی تھی، آپکی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اہل حدیث کے علاوہ احناف، صوفیہ نوربخشیہ اور شیعہ اثنا عشریہ بھی اپنے تنازعات میں آپ کو قاضی بناتے تھے۔ اس حیثیت سے آپ نے بے شمار فیصلے صادر فرمائے، جو قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین اور فقہی موشگافیوں کے مظہر تھے۔ آپ فتویٰ دیتے وقت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی درج ذیل نصیحت کو ملحوظ رکھتے تھے جو انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمائی تھی: (یا جابر انک من فقہاء البصرۃ وتستفتی فلا تفتین الا بکتاب ناطق وسنۃ ماضیۃ ولا ادری) "اے جابر تم بصرہ کے فقہاء میں سے ہو عوام الناس تم سے مسئلے پوچھیں گے پس تم مسئلہ بیان نہ کرنا مگر تین چیزوں سے، اللہ کی کتاب یعنی قرآن پاک جو حق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وصداقت شعاری کو آشکارا کرنے والی ہے، دوسری چیز رحمۃ للعالمین علیہ التحیۃ والتسلیم کی سنت جس پر سب کا تعامل ہے، اور تیسری چیز ہے لفظ "لا أدري"☆ جسکا لبّ لباب یہ ہے کہ کتاب اللہ اور حدیث پاک سے کسی مسئلے کا حل نہ ملے تو اپنی رائے پیش کرنے سے گریز کرو اور صاف صاف اعتراف کرو کہ میں اسکے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ ہمارے ممدوح مولانا حافظ عبدالصمد رحمہ اللہ بطور قاضی اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے مدعی، مدعا علیہ اور گواہوں کے بیانات سنکر اسی وقت فیصلہ سناتے تھے۔ کبھی کبھی شکست خوردہ فریق آپ پر خفا بھی ہوا کرتا تھا، مگر آپ تو قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ سناتے تھے، اس لئے لوگوں کے خفا ہونے کی پروا نہیں کرتے تھے۔ اس زمانے میں بلغار اور اسکے مضافات ڈوغنی، کھرکوہ، تھلے سے لے کر نالہ جات تک آپ کے شرعی فیصلوں کی دھوم تھی:

ہر جگہ بوئے گل پھیل گئی　　　　کوئی منت کش صبا نہ ہوا

مولانا سید قاسم شاہ صاحب کھرکوی مرحوم جو صوفیہ نوربخشیہ کے اس زمانے میں مانے ہوئے مفتی، خطیب اور عالم تھے، آپکے تایا ملک الشعراء سلطان علی مرحوم کے شاگرد ہونے کے ناطے آپ سے بڑی محبت فرماتے اور آپ کے شرعی فیصلوں کی ہمیشہ تائید فرماتے تھے۔ حافظ صاحب کی معذوری کے زمانے میں انکے عزیز مولانا عبدالملک نے بھی بارہا یہ خدمت انجام دی۔

سفر کشمیر بغرض علاج: جب بصارت میں ضعف آیا تو عزیزوں اور بہی خواہوں کی خواہش پر طے پایا کہ علاج کی غرض سے کشمیر کا سفر کیا جائے، ادھر آپکے نادیدہ عقیدت مند ڈاکٹر رمضان نے بھی کشمیر تشریف لانے کی دعوت دی، جس سے عزم سفر کو اور بھی تقویت ملی۔ چنانچہ اپنے بہنوئی کثیر اور چچازاد بھائی ابراہیم کے ہمراہ کشمیر تشریف لے گئے، ڈاکٹر موصوف نے جو پہلے سے چشم براہ تھے، آپ کا پرجوش خیر مقدم کیا اور ایک ماہر امراض چشم میم صاحبہ سے تشخیص کروائی، اس نے کہا مولوی

☆ صحیح بات یہ ہے کہ یہ نصیحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ابوالشعثاء جابر بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے کی تھی۔ سنن الدارمی میں انہی سے روایت ہے کہ ابن عمر نے مطاف میں ان سے فرمایا: "انک من فقهاء البصرة فلا تفت الا بقرآن ناطق او سنة ماضية فانك ان فعلت غير ذلك هلكت واهلكت" [۱/۷۰-۷۱]

جابر بن زید بصرہ کے مشہور فقیہ گزرے ہیں۔ ۳۹ھ میں جب ان کی رحلت ہوئی تو حضرت قتادۃ رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: "مات اليوم اعلم اهل العراق" [تہذیب التہذیب]　　(عبدالوہاب خان)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاحب کثرت مطالعہ کی وجہ سے آپکی پوری بینائی رخصت ہوگئی ہے، لہذا اعلاج بے سود ہے۔ اس مایوس کن تبصرے کو سنکر آپ پریشان نہ ہوئے اور چند دن اپنے قابل قدر میزبان ڈاکٹر صاحب موصوف کے ہاں قیام کر کے واپس وطن مالوف بلتستان تشریف لائے۔ اس کے بعد بھی معذوری کے باوصف کئی سال صبر وشکر کے ساتھ ایک مؤمن کامل کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ معذوری کے باوصف تدریسی فرائض کی انجام دہی اور فرائض ونوافل کی مواظبت کے ساتھ ساتھ تبلیغ ودعوت الی الخیر کا سلسلہ جاری رکھنا آپ کے کمال درجہ ایمان ویقین، مؤمنانہ شان اور ثبات واستقامت کا آئینہ دار ہے۔ آپ کے برادر بزرگ مولوی عبدالعادل، برادر خورد مولوی غلام قادر اور تایا زاد بھائی مولوی عبدالملک جو آپ کے برادر بزرگ کے داماد بھی تھے، آپ کی خدمت کو اپنی سعادت خیال کرتے اور ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ بقول مرزا غالب:

توفیق باندازہ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

علمی وادبی ذوق: حضرت مولانا علیہ الرحمۃ اپنے علمی وادبی ذوق کے تحت ہر سال عین موسم خریف میں کسان حضرات کے کام کاج سے فارغ ہوتے ہی ایک علمی مجلس منعقد فرماتے تھے۔ جس میں علاوہ مقامی علماء کے دیگر بلاد وقصبات کے اہل علم حضرات کو بھی مدعو کیا جاتا تھا، جن کی پذیرائی میں آپ کے فرزندان مولوی عبداللہ، مولانا کاشفی، مولوی ثناء اللہ اور آپکے عزیز مولانا عبدالملک پیش پیش رہتے تھے۔ دیگر مقامی مخیّر حضرات بھی یکے بعد دیگرے حصول برکت کے لئے علماء کو اپنے گھروں میں مدعو کرتے تھے۔ جن میں رئیس علاقہ بلغار نمبردار عبدالرحمان مرحوم برادرزادہ مولانا ملک الشعراء سلطان علی، بابا عبدالکریم پدر ڈاکٹر عبدالملک، مولانا قاری محمد صاحب جدّ حاجی نذیر، بابا محمد مرحوم نقشی وا، احباب چھوغو گوند اور حافظ صاحب کے برادر نسبتی بابا غلام محمد شامل ہیں۔ ان روح پرور علمی مجالس میں حافظ صاحب سمیت جملہ ربانی وحقانی علماء حقائق ومعارف کے دریا بہاتے تھے، جسکے نتیجے میں تبلیغی نقطہ نظر سے بلغار اور اسکے مضافات میں بڑے دوررس نتائج مرتب ہوئے۔

شعر گوئی جو انسانی طبیعت کی شگفتگی کا آئینہ دار ہے، حافظ صاحب کے کمالات میں یہ بھی ایک قابل ذکر خصوصیت تھی۔ آپ ادبی ذوق سے پوری طرح بہرہ ور تھے۔ ایک دفعہ انجمن اسلامیہ بلتستان کے سالانہ اجلاس کے موقع پر اپنے عزیز مولوی عبدالرشید سے ایک ظریفانہ منظوم دعوت نامہ لکھوا کر انہی کے ہمراہ علماء غواڑی کی خدمت میں ارسال کیا، یہ اشعار مولانا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلیل الرحمان نے اپنی کتاب تذکرہ علماء وصوفیائے بلتستان میں نقل کئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:

بند کشائے سرّ خوان کریم / **بسم اللہ الرحمان الرحیم**
منت اوست ہست جہاں آفریں / بر کمر کوہ و کلاہِ زمین
تا کرمش در تتـــــق نورؒ بود / سترمہ زما یارِ زما دور بود
دولت سترمہ متوجہ شدہ است / ہم ز شواغل متفرغ شدہ است
روغن زرد پیش کش ساز کن / سترمہ را با جفت خود ہمراز کن
چوبِ موسیٰؑ بر سرِ دریا بزن / پائے رحیل بہ رہِ صحرا بزن
قصد زیارت سوئے احباب کن / روئے ارادت سوئے اصحاب کن
خبز خمیض چائے غریض ساختند / بہر شیوخ جشن ضیوف ساختند
بنگ زدند ہر کجا کہ چوزک است / مقدم حضرات قضائے مرغک است
من و سلویٰ گو ز سما نازل است / قصد مذاقِ قوم موسیٰؑ قابل است
مائدہ از آسماں شد عائدہ / زود کنید اخذ ازیں فائدہ
بر چمن مشکہ مر بخشیؒ فرست / بر جشن چائے مر موسیٰؒ فرست
قُرقُرِ او قرار دہِ ہر قارب است / شامہِ او شاد دہِ ہر شارب است
من و سلویٰ تنہا اگر باشد ملال / فوم و بصل با عدس دارند وصال
گرچہ ایام قثـــا شد انصرام / بقل بہ آلو بسازند انضمام
لیک مناسب نبود اے کمال / جتنِ ادنیٰ ز فضل ذی الجلال
آہ و فغاں شامہِ اصغر برفت / درد و دریغ نضرہِ اخضر برفت
شانِ ائمہ ؒ خدایا کاش کہ / خربوزہ را رجعت بودے کاش کہ
خذ معکم من لہ اسم الخلیلؒ / حتیٰ یعطی ربنا فضل الجلیل
خدم ہائے لقمہِ بزرگ بگزرید / بندہ ہائے شکم فراخ بگزرید
جملتنا لکم عبید خدم / رائے مزن بہر خدم از کرم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وعظِ بلیغ قولِ ملیح ساز کن | قلبِ وقر، سمعِ صمم باز کن
نغمۂ سبع المثانی راست کن | در مجالس خدمت اصحاب کن
بعدہ دولت سرائے یاد کن | از محن پشتِ مضیف آزاد کن
بارِ خدایا بکرم دست گیر | انت نصیری و الیک المصیر

ایک یادگار مناظرہ: مولانا رحمۃ اللہ علیہ بڑے حاضر جواب اور اعلیٰ درجے کے مناظر بھی تھے۔ یہاں مولانا ندوی کی زبانی ہم اس مناظرے کا حال بیان کرتے ہیں۔ ایک بار آغا عادل اختر جو ادارۃ الواعظین لکھنؤ کی طرف سے دعوت و تبلیغ کے لئے متعین تھا، بلغار وارد ہوا اور راجہ ناصر علی خان وغیرہ کے اصرار پر سادہ لوح عوام کو خانقاہ معلیٰ صوفیہ نور بخشیہ بلغار میں جمع کر کے مذہب امامیہ کے اثبات پر وعظ کیا، جس میں اہلسنت کو باطل قرار دینے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ مولانا حافظ ابوعبداللہ عبدالصمد نے برسر مجلس آغا صاحب کو ٹوکا اور یہ باور کرایا کہ آپ ہم سے بالمشافہ یا تحریری مناظرہ کریں۔ انہوں نے برسر مجلس مناظرہ کرنے سے انکار کرتے ہوئے تحریری مناظرے پر آمادگی ظاہر کی۔ چونکہ اس وقت مولانا کی بینائی زائل ہو چکی تھی اس لئے اور بھی علماء معاونت کے لئے بلائے گئے۔ آپ نے اپنے موقف کے اثبات میں عقلی و نقلی دلائل سے مزین ایک دستاویز مرتب کر کے کاچو تفضّل حسین کے مکان میں مقیم آغا عادل اختر کی خدمت میں بھیجا، جس کا جواب ان سے نہ بن پڑا۔ اور دلائل ساطعہ کے جواب سے اپنے آپ کو عاجز پا کر راہ فرار اختیار کی۔ اس موقع پر لمحہ بہ لمحہ حافظ صاحب کی ذہانت و حاضر دماغی نے دیگر علماء کو حیرت زدہ کر کے رکھ دیا۔ آپ نے ایک بار ان معاون علماء کو کلینی سے اپنے موقف کے اثبات میں چند مسائل لکھنے کا حکم دیا، مگر ان کو وہ مسائل نہ مل سکے۔ اس پر حافظ صاحب نے کتاب ہاتھ میں لے کر مطلوبہ صفحات کی نشان دہی کر دی، جو انہی مسائل پر حاوی تھے۔ مولانا ابوعبداللہ عبدالصمد نے اسی سال فریق مخالف کی کتابیں جمع کروا کے ایک رسالہ ''منہاج الأئمۃ الی ریاض الجنۃ'' مرتب فرمایا جس میں بڑی خوبی سے ثابت کیا ہے کہ ہم اہل سنّت کے وہی عقائد و اعمال ہیں جو ائمہ اہل بیت رحمہم اللہ کے تھے۔ آپ نے اسے کلینی، الجامع الکافی، من لا یحضرہ الفقیہ، جلاء العیون، تہذیب الاحکام، نہج البلاغہ اور تفسیر عمدۃ البیان وغیرہ کے حوالہ جات سے مزین کر کے شیر پنجاب مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کے ثنائی پریس امرتسر سے شائع کروایا۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس مناظرے کے دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ آپ کے تایا بزرگوار ملک الشعراء سلطان علی مرحوم و مغفور کے تلمیذ ارشد مولانا سید قاسم شاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھرکوی نے اس موقع پر خانقاہ معلیٰ بلغار میں وعظ فرمایا اور یہ باور کرایا کہ ہم نوربخشی، اہلسنت کے زیادہ قریب ہیں۔اس طرح آغا عادل اختر کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

دولت دنیا سے بے نیازی: مولانا ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو دولت دنیا کے رسیا ہوتے ہیں۔ بلکہ آپ غم روز جزا سے مرغ بسمل کی طرح تڑپنے والے انسان تھے۔ وفات سے چند سال قبل آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی طرف سے مبلغ دس روپے ماہوار مشاہرہ مقرر ہوگیا۔ اس سے آپ کو خانگی امور کی بہتری میں بڑی مدد ملی۔ استاذ مکرم مولانا محمد فاروق صاحب کے بیان کے مطابق آپ کو ایک دوست نے مشورہ دیا کہ جناب آپ کثیر العیال ہیں، بچوں کے لئے اپنی گرہ سے زمین خریدیں تاکہ آپ کے بعد ان کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔ کہنے لگے کہ میں ان کو اللہ جل شانہ کے سپرد کرتا ہوں، وہی ان کی کفالت کا ضامن ہے۔ میں ان کیلئے مال و دولت جمع کر کے اپنی عاقبت کیسے برباد کرسکتا ہوں؟! اس واقعے سے مولانا کی توکل و بے نیازی کا پورا اندازہ ہوجاتا ہے۔

حلیہ: درمیانہ قد، سرخ و سفید چہرہ، داڑھی لمبی، سر پر سنت مطہرہ کے مطابق عمامہ، علاقائی لباس میں ملبوس، متوضع، ملنسار، صبر و رضا اور ذہانت کے پیکر، اپنے قدرتی حسن کے اعتبار سے بے مثال دھرتی بلغار کے قابل ترین سپوت، ملت اسلامیہ کے خیر خواہ، کتاب وسنت کے ترجمان، محی السنہ، حافظ القرآن والحدیث، یہ تھے مولانا ابوعبداللہ عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ۔

خوشحال خان کا خواب: استاذ گرامی مولانا محمد فاروق صاحب زید مجدہ کا بیان ہے کہ ایک بابا خوشحال خان صاحب نے ایک دردناک خواب دیکھا کہ ایک آدمی ان سے کہہ رہا تھا: خوشحال! قیامت برپا ہونے والی ہے، مولانا عبدالصمد صاحب سے کہہ دو کہ تبلیغ دین کے لئے اٹھ کھڑے ہوجائیں۔ جب بیدار ہوئے تو گھبرا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اسی حالت میں مولانا کے پاس جا کر اپنا خواب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا خوشحال! اس میں تمہارے لئے تشویش کی کوئی بات نہیں، تم مطمئن رہو۔ مگر مولانا اپنی فراست ایمانی کی بنا پر سمجھ گئے کہ خوشحال کے خواب میں خود آپ کے سفر آخرت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ آپ اپنے منجھلے صاحبزادے مولانا بشیر کاشفی کے ہمراہ گھر سے باہر نکلے، مگر اپنے اہل خانہ کو خواب کی تعبیر نہ بتائی تاکہ وہ پریشان نہ ہوجائیں۔ اس موقع پر آپ نے کورو اور کیریس کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ کورو میں حسب معمول عبداللہ پدر مولانا محمد حسن اثری مدظلہ کے ہاں قیام فرمایا۔ جبکہ کیریس میں اپنے ہم نام بابا عبدالصمد کے پاس محلّہ اڑوبا میں قیام فرمایا۔ ہر دو جگہ مسجدوں میں عوام الناس کو اپنے مواعظ و نصائح سے مستفید فرمایا۔ بابا عبدالصمد نے حصول برکت کے لئے اپنے چولہے پر وضوء کروایا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور فرمایا کہ حضرت! میرے لئے اس سے بڑی سعادت کیا ہوگی؟ کہ حافظ القرآن والحدیث والقرآن کا وضو کیا ہوا پانی میرے چولہے پر گرے! آپ چند دن کیریس اور کورو میں قیام کر کے پھر بلغار تشریف لائے۔

وفات حسرت آیات: اس واقعے کے بعد آپ سفر آخرت کی تیاری میں سراپا منہمک ہو گئے۔ اپنی جگہ علامہ زماں مولانا مفتی کریم بخش رحمہ اللہ کو مدرسہ منار الہدیٰ کا شیخ الحدیث مقرر فرمایا۔ اپنے صاحبزادوں اور عزیز خاص مولانا عبدالملک کو مفتی صاحب کے ساتھ انتظامی تعاون کی وصیت فرمائی، پھر بیماری کا سلسلہ شروع ہوا۔ حتیٰ کہ خوشحال خان کے خواب کی تعبیر صحیح نکلی اور حدیث پاک {من مات فقد قامت قیامتہ} کے تحت قیامت برپا ہوگئی۔ ۱۹ رمضان ۱۳۵۴ھ کی رات کو اس برگزیدہ ہستی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

قوم کا ایک چراغ تھا نہ رہا   ایک عالی دماغ تھا نہ رہا

دوسرے دن بے شمار سوگواروں کی موجودگی میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور آبائی قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔

اولاد: حافظ صاحب کے پانچ صاحبزادے تھے، جن میں سے مولانا محمد فاروق تادم تحریر زندہ ہیں، باقی مولوی عبداللہ، مولانا بشیر الدین کاشفی، مولانا ثناء اللہ اور ڈاکٹر محمد حسین فوت ہو چکے ہیں۔

عارف سرّ وجود و مصدر فیضان رب   ناشر توحید و سنت مرجع علم و ادب
از عدم بدنیا حجت رب احد   کشتہ عشق الٰہی نام او عبدالصمدؒ
خوشہ چین شیخ موسیٰؒ، گوہر یکتائے دین   دادہ اند خورد و کلاں را نکتہ شرع مبین
ساقی جام حدیث، ہادی جن و بشر   راحت قلب سودے، و مرہم زخم جگر
گفتہ ام لا ریب بفیض بلبل شیریں نوا   خود بخود عام شد بہ بلغار نغمہ دین ہدیٰ

ناگہاں آمد زہاتف بردر مفکرّ ندا
شیخ ما در باغ جنت مرحبا صد مرحبا

❁❁❁❁❁

© rasailojaraid.com